

Registerd L. No 89

نور افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نمبر (۴۴) ہر ہفتہ بروز جمعہ شائع ہوتا ہی - یکم نومبر سنہ ۱۹۰۶ء جلد (۳۵)

گلدستۂ اخبار

تمال کے اٹرنی جنرل مسٹر لیسٹر رود شیا میں شکار کھیلتے ہوئے یکایک غائب ہو گئے خیال ہے کہ انہیں گھڑیال نگل گیا۔ **جہاز** امپرس آف چائنا دگمودر میں ایک گھاٹ کے قریب غرق ہو گیا۔ اس کے انجن کے کمرہ اور پچھلے حصہ میں پانی بھر گیا۔ **کیلبریا** (جنوبی اٹلی) میں سخت زلزلہ آیا ہے جس سے بہت نقصان ہوا۔ اور لوگ سخت پریشان ہیں۔ بہت سے آدمی مرے۔ اور زخمی ہوئے ہیں حکام زلزلہ زدہ مقامات کو امداد بھیج رہے ہیں۔ بعد کی خبریں مظہر ہیں کہ کیلبریا کے بہت سے مواضع تباہ ہو گئے گریس کا قدیم گرجا جس میں صنعت کے بہت سے نمونے تھے۔ زلزلہ سے منہدم ہو گیا۔ پوپ کو اس حادثہ سے سخت رنج ہوا ہے۔ اور وہ امداد کے طور پر روپیہ بھیج رہے ہیں۔ **کلکتہ** ۲۲۔ اکتوبر۔ لیاقت حسین کا مقدمہ سڈیشن اسپیشل مجسٹریٹ کلکتہ کے روبرو ۲۳۔ اکتوبر کو پیش ہوا۔ لیکن ملزم کی جانب سے درخواست دی گئی۔ کہ مقدمہ ۱۰۔ نومبر کے بعد ہو۔ جو باریسال میں فرم کے مقدمہ کی تاریخ ہے۔ عدالت نے یہ درخواست منظور کر لی اور ملزم کو پہلی ضمانت ہی پر چھوڑ دیا۔ اے سی بینرجی بیرسٹر ایٹ لا جو زیر دفعات ۱۲۴ الف اور ۱۵۳ الف تعزیرات ہند ماخوذ ہیں۔ ان کا مقدمہ بھی ۲۳ اکتوبر کو پیش ہوا عدالت میں لوگوں کی بڑی بھیڑ تھی۔ مقدمہ ۱۱ نومبر کیلئے ملتوی ہو گیا۔ اور ملزم ۵ ہزار روپے کی نقد ذاتی ضمانت اور ۲½ ۲½ ہزار روپے کے دو مچلکوں پر رہا ہوئے۔ **نوشہرہ ضلع امرتسر** میں ۲۱ اکتوبر کو موضع ٹھٹھیاں میں گلاب سنگھ زمیندار کی بکری نے چھ بچے دیئے۔ جو سب نر تھے یہ بچے قد میں بہت چھوٹے ہیں مگر اور ساری باتیں ان میں مثل عام بکریوں کے بچوں کے ہیں۔ اور زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ رعایائے ریاست بڑودہ کیطرف ایک عرضی سر مہاراجہ صاحب بہادر کی حضور میں اس مضمون کی گذری ہے کہ اس ریاست میں سے پھانسی کی سزا قطعی موقوف کر کے اس کے عوض میں کوئی دوسری سزا حبس دوام وغیرہ کی رکھی جاوے نتیجہ کے لوگ منتظر ہیں۔ **گونڈل** کے مسلمانوں نے جوا کھیلنے والوں پر پہلی دفعہ پانچ روپیہ اور دوسری دفعہ دس روپیہ جرمانہ کرنے کا پنچایتی فیصلہ کیا ہے اور مسلمان عورتوں کو سر عام راستہ پر دودھ فروخت کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ **دھوراجی** کے مسلمانوں نے ناٹک دیکھنے والے مسلمانوں پر پچیس روپیہ جرمانہ کرنے کا پنچایتی فیصلہ کیا ہے اس نیک نیتی کی برکت سے آج وہاں کے اہل اسلام خوش حال و بارو زگار ہیں۔ **ریاست نیری** کی نامدار مہارانی صاحبہ اپنے خاص خانگی خرچ سے ایک مسافر خانہ تیار کروا رہی ہیں۔ **آگرہ** کے مشہور رئیس مسٹر رمشیو لال کو تمام دنیا کی سیاحت کر کے واپس آنے پر سینٹ جانس کالج کے اسکالروں کیطرف سے ایک دعوت دی گئی تھی جس میں ہندو۔ مسلمان اور کرسچین وغیرہ نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کیا تھا۔ **آنریبل** مسٹر گوکھلے جب وقت بمبئی تشریف لائینگے اس وقت انکا شاندار استقبال ہوگا جس کی تیاریاں وہاں کے مسلمانوں کیطرف سے ہو رہی ہیں۔ **ریاست** بڑودہ میں لازمی تعلیم کا باقاعدہ عمل درآمد شروع ہو جانے کے باعث جن لوگوں نے اپنے لڑکوں کو مدرسہ میں داخل نہیں کرایا انپر جرمانہ شروع ہو گیا ہے۔ اب لوگوں نے بچوں کو بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ اس محکمہ پر فی الحال سترہ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہو رہا ہے تاہم مدرسوں کی قلت سے اکثر جگہیں خالی پڑی ہیں۔ **سپارٹا** سے دو گھنٹوں کی مسافت پر ایک پہاڑ کی چوٹی پر سات چشمے گرم معدنی پانی کے دریافت ہوئے ہیں ⁂

ایڈیٹوریل نوٹس

مسیحیت کی خصوصیت کے بارے میں جو مضمون ایڈیٹوریل ۱۱ر جولائی کے نور افشان میں شایع ہوا تھا اور جس پر اہلحدیث کے ایڈیٹر مولوی ثناءاللہ صاحب نے بحث کا سلسلہ شروع کیا تھا جواب بھی جاری ہے۔ اسپر ایک اور صاحب نے بھی بطور ضمیمہ تجلی میں کچھ لکھا ہے اور چونکہ وہ مضمون ہمارے مضمون مذکور کی نہ صرف تائید میں ہے بلکہ اسمیں خصوصیت مسیحیت منظر اہل اسلام سے دکھائی گئی ہے اور اس شکایہ کا پورا جواب ہے جو مولوی صاحب بار بار جلکو جاتے رہتے ہیں کہ عیسائی لوگ قرآن کے مطالعہ سے ناآشنا ہیں۔ لہذا ہم صاحب مذکور کے مضمون کو بھی اہلحدیث اور نور افشان کے ناظرین کے قابل توجہ سمجھتے ہیں اور اوڈیٹر اہلحدیث سے التماس کرتے ہیں کہ جواب دیتے وقت داگر جواب دیکھیں اور دیں) مضمون تجلی کو بھی جس کا اقتباس ہم نور افشان کے اس صفحہ سے کرتے ہیں ملحوظ رکھیں ۔ وہو ہذا (اوڈیٹر)

مسیحیت کی خصوصیت سے اہلحدیث کا انکار وغیرہ

سارے مضمون کا خلاصہ یہہ ہے کہ مسیح اور مسیحی مذہب اپنے پیرو کو ایک روحانی طاقت بخشتا ہے جو دوسرے مذاہب میں نہیں۔ ہم بہت خوش ہوتے اگر یہہ دعوے واقعات سے اپنے اندر ثبوت بھی رکھتا۔ بجائیکہ ہم انجیلوں میں دیکھتے ہیں کہ مسیح کے پہلے پیروؤں میں ایسے بھی تھے جنہوں نے خود حضرت ممدوح کو چند پیسوں کے لالچ میں پکڑوا دیا اور مسیح ہونے سے پہلے پہلے تین دفعہ اُن پر لعنت کی ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اول پیرو وں کا نمونہ ہم کو ایک ایسا راستی اور جاں نثاری کا ملتا ہے کہ کسی نبی کے پیروؤں میں نہیں ملتا۔ حضور پر تمام عمر میں بڑی مصیبت اور حضور کے خادموں کی آزمائش کا وقت ہجرت کی رات کا تھا یعنی جس وقت حضور نے مکہ معظمہ سے مدینہ کو کوچ فرمایا تھا اس وقت حضور کے ایک خادم نے یہہ جان نثاری کی کہ حضور کے باہر جانے کے وقت آپکے بستر پر خود لیٹ گیا کہ مخالفین محاصرین اگر اندر آئیں تو بیشک میرا کام تمام کر دیں مگر حضور کی ذات پر آنچ نہ آنے۔ دوسرے خادم نے یہہ جرأت دکھائی کہ حضور کو لیکر نکل گیا اور باہر غار ثور میں کئی دن تک چھپے رہے مگر جان نثاری کے استقلال کی یہ حد کہ مجال نہیں کوئی خبر تک ہو حالانکہ کھانا اُسی کے گھر سے آتا رہا۔ پھر اُسی غار سے نکل کر دو سو میل سے زیادہ کا سفر مدینہ تک طے کیا مگر مجال نہیں کہ کوئی خیانت یا نیت بد پیدا ہو حالانکہ اس جان نثار کے چھوٹے چھوٹے بچے مکہ معظمہ میں موجود تھے جنکی نسبت بہت کچھ تفکرات ہو سکتے تھے .... کیا اوڈیٹر صاحب اس کی کوئی مثال عیسائی تاریخ میں بتا سکتے ہیں" ۔

مگر خوشی کی بات ہے کہ مولوی صاحب مجبوراً اس قدر تسلیم کر لیتے ہیں کہ مسیح کی شان میں تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے وہ بیشک برگزیدہ نبی تھے لیکن اتنا کہتے ہیں کہ اُن کی نسبت جو اعتقاد عیسائیوں نے لگا رکھے ہیں یہ نہ انہوں نے سکھائے نہ انہوں نے رکھے"۔ پس برگزیدہ نبی کا مذہب خود برگزیدہ مذہب ہوا اور ہم کو تعجب آتا ہے کہ پھر نور افشان کا دعوے کیوں محل اعتراض سمجھا گیا۔ رہے اُن کی نسبت عیسائیوں کے عقاید تو بحیثیت اہلحدیث ہونیکے اس قدر کے شاکی تو آپ ہندوستانی مسلمانوں کے بھی ہیں اور اُن کے بیشتر عقاید و اعمال کو شرک و کفر پکار پکار بتلا رہے ہیں۔ آپ ہمارے دعوے پر تو غور فرمالیں اور غلط مبحث سے بچیں۔ ایک بڑی خصوصیت مسیح کی تمہارے مسلمہ عقیدہ کے موافق اور نیز ہمارے عقیدہ کے یہہ ہے کہ وہ زندہ ہے مردہ نہیں گو کہ تمام انبیاء درسل صاحب شریعت مر گئے اور چلے گئے اور اپنی اپنی برزخوں میں نفخ صور کے منتظر پڑے ہیں زندہ نبی صرف مسیح ہی ہے اور جس طرح زندہ مردہ سے افضل ہے زندہ نبی کا مذہب بھی مردہ نبیوں کے مذاہب سے افضل ہونا چاہئے اب خصوصیت سے انکار کیا معنے۔ مگر عیسائیوں کے عقاید و اعمال میں خرابیاں واقع ہو گئیں تو گھبرائیے نہیں آپ اور ہم دونوں چشم براہ ہیں کہ اُن کی اصلاح خود آکر وہ زندہ نبی کردے۔ اور آپ ایک لحظہ کو بھی نہ بھولیں کہ "مسیحی مذہب سے ہماری مراد وہ عقاید نہیں ہو سکتے جو نہ مسیح نے سکھائے اور نہ انہوں نے رکھے" بلکہ وہی جو کلمتہ اللہ نے سکھائے تھے کیا ہم آپ کو بتلائیں کہ دین عیسائی امتحان دے چکا اور اُس کی غلط کاریوں کے بگڑ جانے کے بعد بھی اس کو پاس مل گیا۔ اسلام کے ظہور کے قبل چھ سو برس تک دین مسیحی دنیا کی بہار بنا رہا اور اسلام اُسی کی کیاریوں میں پیدا ہوا ع دگر ثمر ہمان خاتم کہ ہاتم ۔ صحیح مسلم میں عیاض بن حمار کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے خطبہ میں یہہ گواہی دی کہ ان اللہ نظر الے اہل الارض فمقتہم عربہم وعجمہم الا بقایا من اہل الکتاب۔ اللہ نے زمین والوں پر نظر کی اور سب سے متنفر ہوا عربوں سے بھی اور عجمیوں سے بھی بجز اُن کے جو اہل کتاب سے باقی تھے (کتاب صفات المنافقین اہل الجنتہ و اہل النار) پس اب تو یہہ بلا مبالغہ حق ہوا کہ "مسیح اور مسیحی مذہب اپنے پیرو کو ایک روحانی طاقت بخشتا ہے جو دوسرے مذاہب میں نہیں" ۔

ہاں میں آپ کو تاریخ کلیسیا میں سے اس روحانی طاقت کی دو ایک مثالیں مورخین کی زبانی بھی سنا دوں اصحاب کہف مسیح اور مسیحی مذہب کے پیرو تھے جن کے محامد نص قرآن سے ثابت ہیں اس کے مقابل میں آپ ہم کو بھی کوئی مثال تاریخ اسلام سے سنا دیں جسمیں ہمکو کلام کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ اصحاب الاخدود ایک دو نہیں ہزاروں تھے جن کا مجمل ذکر قرآن شریف

(باقی صفحہ ۸)

مراسلات

بجواب کھلی چٹھی

دیکھ عقد ثریا اُسے انگور کی سوجھی
اے بادہ کش اُس کو بھی کیا دور کی سوجھی

ایڈیٹر صاحب!

آپ کے ۴ اکتوبر کے پرچہ میں آپ کے نامہ نگار مسمی رحمت مسیح نے ایک بزرگ کی خدمت میں کھلی چٹھی کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے جس پر آپ نے بھی رائے زنی کی تکلیف فرمائی ہے۔

ملتمس ہوں کہ بندہ کی خامہ فرسائی بھی درج اخبار فرماکر ممنون فرماویں۔

شاہ کوٹ کے رحمت مسیح صاحب کو معلوم ہو کہ آپ نے جو کچھ ایک بزرگ کی خدمت میں تحریر کیا وہ تحریر آپ کی کلام اللہ سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ کیا آپ دعا کی قبولیت کے قایل نہیں؟ ہر ایک مسیحی بلکہ غیر مسیحی بھی اِس بات کو مانتا ہے۔ کہ خدا اپنے بندوں کی سنتا اور جواب بھی دیتا ہے۔ خداوند نے فرمایا کہ جو کچھ تم دعا میں ایمان سے مانگو گے پاؤ گے۔ اور کہ ایمان دار کے واسطے سب کچھ ہو سکتا ہے اگر ہمکو نہیں ملتا۔ تو یہ ہمارے ایمان کے گھاٹے کی دلیل ہے الیاس ہمارا ہمجنس تھا اُس نے دعا پر دعا کی۔ اور ساڑھے تین برس آسمان بند رہا۔ بارش نہیں ہوئی۔ پھر اُس نے دعا کی۔ اور بارش ہو گئی۔ کیا آج خدا کی کلیسیا میں الیاس اور الیسع خدا پیدا نہیں کر سکتا۔ صرف ایمان چاہئے۔ ہر ایک مسیحی خاندان اپنے گھروں میں دعا کی قبولیت کا تجربہ رکھتا ہے آپ کو کیوں ایمان کے خلاف ایسی سوجھی کہ ایک مسیحی کی دعا کی قبولیت پر شک آیا۔ نہ صرف شک بلکہ قادیانی کے دعوٰی کے ساتھ اسکی تطبیق کرنی چاہی ہے۔ خدا کی ہیکل کو بتوں کے ساتھ مناسبت دیتے ہیں۔ پھر تمسخر کرتے ہیں کہ کرایہ مریضوں کا آپ کے ذمہ ہوگا۔ یہاں تو ایمان کا ذکر ہے۔ ایک بزرگ کا معجزات اور کرامات کا دعوٰے نہیں۔ اُس کا دعوٰے ہے کہ خدا دعا کے ذریعہ بیماروں کو اچھا کرتا ہے۔ اُس ایک بزرگ کا دعوٰے ہے دعا کرنا اچھا کرنا خدا کا کام ہے اور اچھا ہونا ایمان کا ثبوت ہے چنانچہ سیالکوٹ کنونشن کے موقعہ پر اس کا ثبوت بخوبی ہو گیا۔

بھائی جلال مسیح کی بیوی اور لڑکی کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ اور سخت تکلیف تھی۔ نہ دن کو آرام تھا نہ رات کو چین وہ اپنی بیوی اور لڑکی کو ایک بزرگ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا۔ ایک بزرگ نے دعا کی پھر وہ اپنے خیمہ میں چلے آئے۔ مسٹر جلال مسیح نے مسز جلال مسیح سے پوچھا کہ کیا تم کو یقین ہے۔ کہ تمکو آرام ہوگا۔ اس نے ہنس دیا۔ خدا کی شان کہ لڑکی کو بالکل آرام ہو گیا۔ ایسا کہ گویا آنکھ کبھی دکھی ہی نہ تھی۔ مگر مسز جلال مسیح ویسی ہی تکلیف میں رہی۔ چنانچہ ڈاکٹر عطار و سول سرجن سیالکوٹ نے اُس لڑکی کو دیکھا۔ کہ اُس کی آنکھ میں مطلق آنکھ دکھنے کا کوئی نشان نہ تھا۔ یہ ہے ایمان کا نیک نتیجہ باپ کے ایمان کے سبب لڑکی بالکل تندرست ہو گئی۔ مگر بیوی اپنے ایمان کے گھاٹے سے تکلیف میں رہی۔

پھر اور لیجئے۔ کہ قاضی خیر اللہ صاحب کنونشن کے موقعہ پر بخار سے سخت تکلیف میں تھے شدت کا بخار۔ سر کی درد۔ بیہوشی۔ ایک بزرگ کی خدمت میں دعا کے واسطے درخواست کی گئی۔ وہ جو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اُس نے ایک بزرگ کی سنی اور فوراً تپ دور ہو گئی۔ اور تندرست ہو گیا۔ قاضی صاحب اندنوں بٹر وال میں موجود ہیں۔ آپ اُن سے دریافت کریں۔

منشی پربھو داس جسکو آٹھ مہینہ سے پیٹ کی درد اور ڈایاریا تھا۔ وہ شہادت دیتا ہے۔ کہ کنونشن کے دنوں میں میں نے ایک بزرگ کو دعا کے واسطے بلایا خدا نے مجھے فوراً ان دونوں تکلیفوں سے آرام دیا۔ مجھے ٹھیک تو یاد نہیں مگر میں نے کنونشن ہی کے موقعہ پر سنا کہ قریب پندرہ بیمار شفایاب ہوئے۔ اگر بعض نہ ہوئے۔ تو یہ اُن کے اپنے ایمان کا گھاٹا ہے۔ آپ یقین جانیں کہ ایک بزرگ کا کوئی دعوٰی نہیں۔ وہ صرف یہہ کہتا ہے۔ کہ میرا کام دعا کرنا ہے۔ شفا دینا خدا کا کام ہے۔ خواہ اُسی وقت شفا دیوے خواہ دیر میں دیوے۔ لیکن دعا کے بعد دوا کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ وہ اُن بیماروں سے جو اُن کے پاس دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ یہہ کہہ دیتے ہیں کہ کوئی دوا نہ کھانا۔ خدا صحت بخشیگا۔

شاہ کوٹ کے رحمت مسیح صاحب آپ تو ٹھٹھہ بازی کرتے ہیں۔ مگر خدا ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جاتا۔ کنونشن میں بھی بہت لوگ نہ صرف عام بلکہ خاص اور مشنری بھی اِس بات کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے تھے۔ حالانکہ سب قایل ہیں کہ خدا دعاؤں کا سننے والا اور جواب دینے والا ہے۔ بارہا خدا نے اُن کی دعاؤں کو سنا اور جواب دیا۔ باوجود اِس قدر ایمان رکھنے کے وہ اِس بات کو ماننے کو تیار نہیں کہ خدا ایک بزرگ کی دعا کو بھی سنتا ہے۔ وہ انکی نظر میں ایک گنہگار ہے اور بدنام ہے۔ انکا یہہ

ایمان کہ خداوند یسوع گنہگارون۔ محصول لینے والون اور کسبیون کو قبول کرتا ہے۔ شمعون فریسی کو اپنی دینداری پر فخر تھا۔ مگر وہ اُس گنہگار عورت کے ایمان اور محبت سے محض ناواقف تھا۔ یہی حال اندنون ہمارے خدام دین اور دیگر جو فروش وگندم نماؤں کا ہے۔ وہ اپنے وعظون میں تو ہمکو مستجاب الدعوات بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ لیکن جب ہم دعا کی قبولیت کا اظہار کرتے ہیں تو پھر ٹھٹھون میں اڑاتے ہیں۔ یہہ جھوٹے سائینس کا نتیجہ ہے جبکہ صاف فرمان الٰہی ہے کہ مانگو کہ تمہیں دیا جائیگا۔ تو پھر شک کیون کرتے ہو۔ خداوند نے تو صاف فرمایا ہے کہ شک نہ کرو۔ افسوس ہے ایسے ایمان اور ایسی دعاؤن پر کہ جو شک کے ساتھہ ہوں۔

جو مریض آپ کے پاس آکر پوچھتے ہیں۔ وہ سیدھے ایمان سے وہان چلے جاوین آپ کو کس نے درمیانی مقرر کیا۔ جو آپ فیصلہ کرنے بیٹھے۔ آپ کا کوئی حق نہیں۔ مسیحی ایماندارون کی دعاؤن پر ٹھٹھہ بازی کرنی مسیحی کا کام نہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ جو خدا کی مرضی پر اپنے آپ کو سونپ دیوے۔ اور اپنی مرضی چھوڑ دیوے۔ خدا اُسکی سنتا ہے۔ ایک بزرگ کی زندگی اور مستجاب الدعوات ہونے کا بھید یہی ہے اگر آپ اِس بھید کو سمجھتے تو آپ کو عقد ثریا پر انگور کی نہ سوجھتی۔

راقم۔ سالک

سہارنپور اور شاہدرہ دہلی کے درمیان جو جدید لائین ریلوے تیار ہوئی ہے اُس کا یکم اکتوبر سے افتتاح ہوگیا۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۷ء سے مسافرگاڑیون کی باقاعدہ آمدورفت جاری ہوگی۔

(اہل فقہ)

مسیحی دیہاتی جماعتون کا مُستقبل

میری سمجھ کے مطابق معنے اِس جملہ کے یہہ ہیں کہ مستقبل یعنے آئندہ زمانہ میں اُن مسیحی جماعتون کا جو دیہات میں رہتی ہیں کیا حال ہوگا۔ لفظ حال ایسا فراخ اور گہرا ہے کہ یہہ ہر حالت کو شامل کرتا ہے یعنی انکی حالت بدنی۔ روحانی۔ ذہنی۔ مغزی اُن کے گھرون کی حالت۔ انکی اولاد کی حالت۔ حالت انکے تعلقات کی۔ انکی مالی اور وسائل معاش کی حالت وغیرہ وغیرہ سب اِس ایک لفظ "حال" میں شامل ہے۔ لہٰذا اگر مضمون کے عنوان کو "مسیحی دیہاتی جماعتون کا مستقبل حال" کے الفاظ میں پیش کرین تو بالکل صحیح ہوگا کہ اِس میں سب غور طلب امور شامل ہیں۔

یہہ تو صاف ظاہر ہے کہ ہمارا مضمون خصوصاً اِن مسیحی دیہاتی جماعتون سے نسبت رکھتا ہے جو لُدھیانہ پریسبیٹری کی زیر نگرانی ہیں اگرچہ عام طور سے ہندوستان کی تمام مسیحی دیہاتی جماعتین اِسمیں شامل ہوسکتی ہیں۔

شروع ہی میں یہہ کہنا ناواجب نہ ہوگا کہ یہہ سوال بہت ہی مشکل ہے اور اِس پر رائے زنی کرنا بہت ہی مشکل اور خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہہ مسیحی دیہاتی جماعتین کون ہیں اور ان کا پہلا حال کیا تھا اور بپتسمہ پانے کے بعد کیا ہے اور کن وسایل سے انہون نے بپتسمہ پایا۔ جواب۔ یہہ جماعتین مشتمل ہیں ہندو۔ مسلمان چمار اور چوہڑون پر جنہون نے بپتسمہ پاکر مسیحی جماعتون میں شراکت حاصل کی اور اگر میں غلطی پر نہیں ہون تو انکا تعدادی نقشہ مندرجہ ذیل مقدار کے موافق ہونا چاہئے۔

ہندو ۳ فیصدی۔ مسلمان ۲ فیصدی۔ چمار ۵ فیصدی اور چوہڑے ۹۰ فیصدی۔ انکا پہلا حال۔ یہان پر میرا قلم رکتا ہے کیونکہ میں اب دو فرضی وجودون کی آوازین جو آپس میں مختلف اور ضدین ہیں سنتا ہون۔ ان میں سے ایک کا نام مایوسی اور دوسرے کا نام امیدوار ہے۔ مایوس کہتا ہے کہ کیا بہادری اور تعریف مروت اور اصلاح کا کام تم نے کیا ہے کہ ایسے لوگون کو بپتسمہ دیکر مسیحی جماعت بنا لیا ہے جو غلامان غلام تھے جنکا مذہب دھرم کچھہ نہ تھا جو ہندو دیہات میں ہندوؤن کے دیوی دیوتا کی پوجا کرتے اور محمدی گاؤن میں محمدی پیرون کی منت مانتے تھے بلکہ جو مذہبی باتون میں پیٹ کی خاطر اپنے مالکون کی مرضی پر چلتے اور اپنی مرضی نہ رکھتے تھے۔ جنکا نہ گھر تھا نہ در جنکے پاس نہ زمین تھی نہ مکان۔ سخت غلامی میں گرفتار تھے۔ ایسی غلامی جو ہزارون برسون سے سلسلہ وار چلی آتی ہے۔ اِس کے باعث ان کا روحانی ذہنی اور بدنی حال بیخ و بن سے ایسا ابتر ہوگیا کہ چند کلمات اور انکی حقیقت کو وے سمجھ نہیں سکتے مثلاً حب الوطنی۔ دینداری صفائی۔ قناعت۔ محبت۔ ایمان۔ شجاعت شکر گذاری۔ احسان۔ کو وے جانتے ہی نہیں کہ کن پرندون کے نام ہیں۔ پھر ان کی عزت اور آبرو نادارد تھی۔ حیا اور شرم نام کو نہیں یہان تک کہ اپنی عورتون اور بیٹیون کو مواشیون کی طرح تصور کرتے تھے۔ یہہ تھے اعلیٰ لوگون کے کمین یعنے کمینے غلام اور بیگاری۔ جن پر ہر قسم کا ظلم اور جبر جائز تھا۔ پھر انہون نے خداوند مسیح کی خاطر چھوڑا کیا کیسی قربانی انکو کرنی پڑی۔ کیا دکھہ اور مصیبت بے عزتی اور ذلت انہون نے اٹھائی۔ ذرہ بھر بھی نہیں۔

بپتسمہ پانے کے بعد کا حال۔ اور کن وسایل سے انہوں نے بپتسمہ پایا۔ ایک وقت تھا جبکہ سکولون میں سے طلباً بائبل کی تعلیم حاصل کرکے اور اپنے مسیحی استادون کے روحانی نمونہ سے موثر ہوکر اور خداوند مسیح کی نجات کے عاشق بنکر اور اپنے منجی کی خاطر اُس ہی کی مدد پر بھروسہ رکھکر اپنی صلیب کو ہر روز اٹھانے پر آمادہ ہوکر اُسکی پیروی میں سب کچھ ترک کرنے پر طیار بپتسمہ کے لئے حاضر ہوتے تھے اور یہہ بھی ایک مدت کی آزمایش اور امتحان کے بعد تو پادری صاحب اور کلیسیا کو کیسی خوشی ہوتی تھی اور ایسے طلباء کا نمونہ اور حوصلہ اور اخلاقی شجاعت اُن کے اپنے دایرہ میں اور نیز اس کے باہر ایسی تاثیرین پیدا کرتی تھیں کہ سکولون کے سکول اور شہرون کے شہر ہل جاتے تھے گویا کہ سوکھی ہڈیون میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی اور اُن پر گوشت اور پوست چڑھ آتا تھا۔ حقیقت میں ایسے موقعون پر آسمان پر خدا کے فرشتون میں بڑی خوشی ہوتی تھی جیسے زمین پر کلیسیا کے درمیان سکولون کے علاوہ جب کبھی متلاشی مشنری صاحبان کے پاس آتے تھے۔ تین چھ ماہ بلکہ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ مدت تک اُن کو تعلیم دیجاتی تھی پھر بپتسمہ دیا جاتا تھا۔ اُس وقت یہی طریقہ پسندیدہ اور مناسب خیال کیا جاتا تھا۔ اور نتیجہ کی نسبت کیا ذکر کیا جاوے کیونکہ یہہ اظہر من الشمس ہے۔ کلکتہ کے ڈاکٹر ڈف صاحب مرحوم اور بمبئی کے ڈاکٹر ولسن و ڈاکٹر مرے مچل صاحبان اور مدراس کے ڈاکٹر مرڈاک صاحب اور لاہور اور امرتسر کے ڈاکٹر فورمن اور ڈاکٹر نیوٹن اور مسٹر رابرٹ کلارک اور مسٹر بیمن صاحب کے شاگردون کا ذکر کرنا طوالت طلب ہے کیونکہ وے ہندوستان اور دیگر ملکوں میں خداوند مسیح کی زندگی سے زندہ اور منور ہوکر اور اُس کے پاک نمونہ کی پیروی کرتے ہوئے سینکڑون بلکہ ہزارون کی روحانی تبدیلی اور زندگی کا باعث اور ذریعہ بنے اور اندھیری رات میں چمکتے اور گمراہوں کو راہ مستقیم پر لاتے اور اپنے خداوند کے جلال کو ظاہر کرتے اور اپنے وقت پر میوہ لاتے اور اپنا میوہ باقی چھوڑ جاتے ہیں۔ مگر زمانہ بدل گیا۔ بشارت کے وسایل اور طریقے مختلف ہوگئے۔ تعداد کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ دیہات میں تعلیم بہت کم بلکہ برائے نام دیجاتی ہے۔ بہت لوگ بپتسمہ پانے کیواسطے حاضر ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں دنیاوی نظر سے اگر دیکھا جاوے تو بپتسمہ یافتون کا کچھ نقصان نہیں بلکہ ان کا فائدہ ہی فایدہ ہے کہ وہ ذات پات اور مجلسی درجہ کے اعتبار سے سرفرازی حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ مسیحی مذہب کو بادشاہ کا مذہب سمجھتے ہیں۔ چوتھی صدی کے اوائل میں شہنشاہ کستنطین اور اُس کے جانشینون کے عہد میں بادشاہون کے حکم اور رعب کے باعث ہزارہا بلکہ لکھوکھا لوگ بغیر دل کی تبدیلی کے بپتسمہ یافتہ ہوگئے تھے مگر اکثر اُن میں سے گھاس پھوس تھے۔ دنیاوی اور مجلسی لحاظ سے وہ لوگ تو اکثر متمول۔ رعب دار۔ شجاع۔ وفادار محب وطن آزاد۔ شرم وحیا والے تھے مگر یہہ لوگ اِن تمام صفات پسندیدہ اور اوصافِ حمیدہ سے مدتوں سے محروم رکھے گئے ہیں؛

افسیوں کے ۲ باب کی ۱۱وین آیت میں مذکور ہے کہ کلیسیا کی فقط ایک ہی نیو ہے اور وہ نیو خداوند یسوع مسیح ہے اور کہ دوسری نیو کوئی ڈال نہیں سکتا۔ مگر میں حیران اور لرزان ہوں کہ بعض کوتاہ اندیش چھوٹے درجہ کے مناد دوسری نیو ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً دیہات کے کمینون بڑے بھائیون کو ترغیب دیتے ہیں کہ تمہارے بچے پڑھ جاینگے۔ تم اونچے ہو جاؤگے تمہاری قوم بدل جائیگی تمہاری بگار موقوف ہو جائیگی پادری صاحب تمکو کچہریوں سے چھڑا لاینگے۔ تمہارے نام اگر بدمعاشون کی فہرست میں درج ہیں تو وہان سے نکالے جاینگے غرض تمکو فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔ کیوں بپتسمہ نہیں پاتے اس وسیلہ اور اس طریقہ سے بہت بڑے بھائی بپتسمہ پاچکے ہیں اور پاتے جاتے ہیں بعض بے اصول کوتاہ اندیش چھوٹے درجہ کے کارندے ایسی ناواجب کارروائی جو بالکل خداوند کے آخری حکم اور کمشن کے خلاف ہے کرتے تھے اور بعض جگہون میں اب بھی کر رہے ہیں۔ اسپر افسوس مگر زیادہ افسوس اُن کے مہتموں پر ہے کیونکہ اُن کو تاکیداً کہا جاتا تھا اور اب بھی بعض جگہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ تمہاری ملازمت بپتسموں کے تعداد پر موقوف ہے۔ مجھ کو سخت افسوس اور حیرانی پیدا ہوئی جبکہ میں نے ایک ہندوستانی خادم الدین کی زبانی یہہ سنا کہ ایک رات ایک کوٹھہ میں اُس نے بہت سے مردون عورتون اور بچوں کو بغیر تعلیم کے بپتسمہ دیا انہیں چارپائی کا پایہ بھی شامل تھا۔ یہہ اُس نے بھول سے کیا مگر بھول کیون کی۔ یہہ خادم الدین ہماری مشن سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا بعض نے لڈو اور بتاشے اور پیسے بانٹکر لڑکون اور لڑکیون کو بپتسمہ دیا۔ ایسی کارروائی خداوند کے کلام اور انجیلی بشارت کے قطعی برخلاف ہے اور ثمر اور نتیجہ اس کا زہر قاتل کی طرح اثر کرتا تھا اور اب بھی بعض جگہ اُس کے

آثار نمودار ہیں۔ ایوس کہتا ہے بلکہ آواز دیل کہتا ہے کہ اگر تم رسولوں کے نمونہ کی پیروی کرو کہ کچھ مدت ان میں کام کرکے اور اُن میں سے ایلڈر اور ڈیکن مقرر کرکے اُنکو چھوڑ جاؤ جیسا کہ وہ کرتے تھے تو کیا دیکھوگے یہہ کہ بہت ہی تھوڑے خداوند کا علانیہ اقرار کرینگے چہ جائے کہ سلف سپورٹنگ اور خودمختار کلیسیائیں قایم ہو جائیں جیسا کہ رسولوں کے زمانہ میں ہو گئی تھیں۔ بہت خطرہ کی جگہ ہے۔ کہ اُس نیٹو پر جو خداوند یسوع مسیح ہے سونے روپے اور جواہرات بلکہ لوہے اور پتھر کے روے بہت ہی کم رکھے گئے ہیں اور لکڑی گھاس پھوس کے روے افراط سے۔ اگر یہی حال جاری رہا اگر یہی تعلیمی اور شفا ساتی طریقے قایم رکھے گئے۔ اگر یہی لاپرواہی انکی خبرگیری میں رہے اور مروج رہی تو بہت اندیشہ ہے کہ خواہ شمار انکا کیسا ہی چڑھ بڑھ کر ہو مشن کا کام کچھ عرصہ کے بعد ناقص اور ادھورا ثابت ہوگا اور کامیابی اور خوشی کے عوض میں شکست اور افسوس کا سامنا کرنا پڑیگا۔ ان لوگوں کا افسس سمرنا۔ کارنتھہ۔ ایتھنز۔ تسالنیقا۔ بریا۔ فلپی وغیرہ وغیرہ جگہوں کے باشندوں کے ساتھ مقابلہ کرنا یا انکو فلپائن۔ تہتی۔ پیسفک جزائر یا اور کسی وحشی ملک کے باشندوں کے ساتھ مشابہ کرنا بالکل لایعنی اور بے معنے ہے۔ یہہ لوگ تو لاامید درجہ تک گرے ہوئے ہیں۔ انکا مستقبل حال کیا ہوگا۔ خدا ہی انکو اٹھائے تو یہہ اٹھینگے کیونکہ ہندو مسلمان تو انکو اٹھنے نہیں دیتے اور بکار الٹے قوموں کے حقوق ان ادنے لوگوں پر قایم اور جائز رکھتی ہے۔ افسوس اور تعجب تو اس میں ہے کہ یہہ لوگ اپنی خستہ حالت اور ماندگی کو پہچانتے ہی نہیں چہ جائے کہ اسمیں سے نکلنے اور آزاد ہونے کی کوشش کریں بلکہ اپنی اس حالت میں مست رہتے ہیں ؎

اس مقام پر امیدوار چلا اٹھا کہ بھائی میری بھی سنو +

ایوس نے کہا بہت اچھا صاحب آپ فرمائیے سنئیے +

۱- اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ سطح زمین کے سب باشندگان یورپین۔ امریکن ایشیائی گورے کالے آقا و غلام ہندو مسلمان۔ چوہڑے چمار سب کے سب ایک ہی والدین آدم و حوا کی نسل ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے بھائی +

(۲) سب کے سب گنہگار ہیں اور اپنے خالق و مالک کی عدالت کے فتوے کے سزاوار +

(۳) خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخشا تاکہ جو کوئی اُسپر ایمان لاوے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے +

(۴) جملہ "جو کوئی اُس پر ایمان لاوے" میں یہہ لوگ بھی شامل ہیں +

"تم جاکر سب قوموں کو شاگرد کرو اور انہیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو اور انہیں سکھلاؤ کہ ان سب باتوں پر جنکا میں نے تمکو حکم دیا ہے عمل کریں"۔ اس آخری کمشن میں بھی یہہ لوگ شامل ہیں +

(۵) میں جانتا اور مانتا ہوں کہ یہہ لوگ نہایت درجہ تک خستہ حال اور پس ماندہ ہیں اور گو شاید بہت ان میں سے اپنی شکستہ حالت کو پہچانتے بھی نہیں جسمیں وہ مست ہی رہتے ہیں +

مگر یہہ کوئی وجہ اور دلیل نہیں ہے کہ انکو دنیا کی اور قوموں سے خارج کیا جاوے اور ان کو انجیلی زندگی اور سرفرازی بخش تاثیر سے محروم رکھا جاوے ایسا کرنا خداوند کی مراد اور مطلب کو نہ سمجھنا اور اس سے دور رہنا ہوگا نہیں نہیں ایسا کرنا اپنے مالک اور نجات دہندہ کے حکم کی لاپروائی ہوگی بلکہ جب اور مناسب معلوم ہوتا ہے اور تواریخ کلیسیا اس کی شاہد ہے کہ جس قدر لوگ دنیاوی لحاظ سے پژمردہ اور خستہ حال ہوں اور روحانی باتوں میں گرا اور ادھر پائے جائیں اُسی قدر رسول کمشن اور انجیلی بشارت کے محافظان اور پیروان کا فرض منصبی ہے کہ اُن کے خستہ درجہ تک نیچے اتریں اور تن سے من سے اور دھن سے ان کے ساتھ ہمدردی کرکے انکو بھی کلیسیا کے سچے درجہ تک سرفراز اور بلند کریں۔ یہہ سچ ہے کہ خدا کے سوائے انکو کوئی اٹھا نہیں سکتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ خدا ہی ہے جو انکو اٹھا رہا ہے اور ضرور اٹھاوے۔ اور دیکھو میں زمانہ کے تمام ہونے تک ہر روز تمہارے ساتھ ہوں۔ یہہ زندگی بخش اور پرتسکین اور کمزوریوں اور ماندگیوں اور ناامیدیوں اور سدراہوں اور مصیبتوں اور اذیتوں میں ہمت اور حوصلہ کو بڑھانے والی آواز کس کی ہے کیا یہہ آواز اُسی کمشن دینے والے خداوند کی نہیں ہے جو فرماتا ہے کہ "آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا ہے اس لئے تم جاکر سب قوموں کو شاگرد کرو" جو فرماتا ہے کہ "میں الفا اور امیگا اول اور آخر جو ہے اور تھا اور آنے والا ہے قادر مطلق ہوں" بس صاحب بس کافی ہے۔ یہہ امر لازمی ہے کہ اس کمشن اور خداوند کے آخری حکم کے محافظوں اور پیرووں کو ضرور ہی کامیابی ہو۔ خداوند نے دنیا کو جیتا ہے مگر اذیتوں کی برداشت کرکے۔ اس حکم اور کمشن کے پیرو دنیا کو ضرور جیتینگے مگر اذیتوں کو برداشت کرکے۔ لہذا لدھیانہ پرسبیٹری کی سچی دیہاتی جماعتوں کا مستقبل حال وہی اور ویسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا کی اور سچی

دیہاتی جماعتون کا ہوا اور ہو رہا ہے اگر انجیلی وسایل اور طریقے استعمال میں لائے جائیں۔

واضح ہو کہ یہہ خاص طور سے الہی اور یہی طریقہ نظر آتا ہے کہ کلیسیا کی ہستی کلمہ اور روح پر منحصر ہے یعنی جب جب اور جہان جہان خدا کا کلام صحیح طور سے سنا یا پڑہا گیا اُسی وقت اور اُسی جگہ کلیسیا پیدا ہوگئی اور یہہ روح قدس کے وسیلہ سے یعنی روح وہان اور اس وقت نزول فرماتا ہے جب آخری کیش اور حکم کے محافظان اور پیروان اپنے خداوند کو یعنے مسیح مصلوب کو روح کی ہدایت سے لوگون کے سامنے اونچا کرتے ہیں۔ آپ خداوند کی پلیٹ بن جاتے اور اُس پلیٹ پر خداوند کو کھڑا کرتے کہ آزادی سے بووے تب روح قدس کلام کے بیج کو جو بویا جاتا ہے زندہ کرتا بڑہاتا پھیلاتا۔ اور پھلدار کرتا ہے سوگنا اور ساٹھہ گنا اور تیس گنا ورنہ خطرہ ہی خطرہ ہے۔

تعداد بپتسمہ یافتون کی بہت ہوگئی ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعض وقت جماعت کی جماعت کو بلا مناسب فکر و غور اور تعلیم و نصیحت کے بپتسمہ دیا گیا ہے۔ شاید اس طریقہ میں غلطی بھی ہوئی ہے تاہم گھبراہٹ اور پس ماندگی کو جگہ نہیں کیونکہ جنہون نے بپتسمہ پایا ہے کم از کم خداوند کے نام کا اقرار تو کرتے ہیں اور مبشرون کو اپنے ہان قبول کرنے کو تیار تو ہیں اور مبشر اگر روح سے معمور ہون تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ کن اغراض سے ان لوگون نے بپتسمہ پایا اس کی بھی چندان ضرورت نہیں کہ دریافت کیا جاوے۔ اصل اور نہایت مشکل سوال یہہ ہے کہ ہمارے کارندے کیسے ہیں کیونکہ بہت کچھہ ان کی روحانی حالت پر منحصر ہے۔ بیچارے مشنری اور ہندوستانی سپرنٹنڈنٹ صاحبان کیا کر سکتے ہیں کہ وے ہر جگہ اور ہر حال میں ان جماعتون میں حاضر رہ کر اُن کی روحانی خبرگیری نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے لائی سنشیئیٹ کیٹی کسٹر بیڈرز اور دوسرے نیچے درجہ کے کارندے روح سے معمور ہیں تو ذرہ بھی ڈر نہیں کہ ہم بیدھڑک کہہ سکین کہ یہی دیہاتی جماعتون کا مستقبل حال بہت اچھا ہوگا اور کہ یہہ کلیسیا کے مناسب قدو قامت تک پہنچ جائے گی مگر کون اس کا جواب دیوے۔ مجھے تو شک ہے کہ ہمارے کارندے روح سے معمور ہون۔ اے مالک خداوند اپنے دیہاتی کھیت میں اصلی روحانی سرگرم غیرت مند مزدورون کو بھیج کہ تیرے لئے روحانی فصل کو جمع کرین۔

ہماری امید خداوند میں ہے۔ ہمارے علم الہی کے مدرسے۔ ہمارے سمر سکول انسانی تدبیر کے موافق بہت کچھہ کر رہے ہیں مگر کیا وہ لوگ جو ان میں سے تعلیم پا کر خدمت کے لئے نکلتے ہیں دیہات میں مفید ثابت ہوئے یا نہیں اس میں بھی مجھے بہت شک ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وے بڑے شہرون میں نہیں تو چھوٹے چھوٹے قصبون میں ضرور رہنا پسند کرتے ہیں۔ اکثر ان کو ان غریبون کی پرواہ ہی نہیں۔ پر یہان پر لمبی بحث کی ضرورت نہیں۔ سوال ہے کہ کونسے وسایل اور طریقے جو انجیل کے موافق ہیں استعمال کئے جائیں کہ دیہاتی جماعتون کا مستقبل حال بہتر ہو جائے جواب ایک ہی ہے۔ کلمہ اور روح کا تسلط۔ یعنے کلام الہی کا صحیح طور سے رواج اور نتیجتاً روح قدس کا نزول عملی جواب یہہ ہے کہ ہر ملک و ہر زمان اور ہر قوم میں بلا لحاظ ان کی پہلی حالت کے جب انجیل کا کلام لوگون کو سنایا گیا اور انہون نے اسکو قبول کیا اُن کے لئے مدرسے کھولے گئے جنہیں اُن کے بچون نے انجیلی اور دنیاوی تعلیم حاصل کی۔ گرجے انکو لئے تعمیر ہوگئے جنہیں وہ عبادت کرنے لگے۔ یہان تک کہ رفتہ رفتہ ترقی روحانی اور ترقی دنیاوی کرتے گئے اور دنیا کی مہذب قومون میں شامل سمجھے گئے۔

تواریخ کلیسیا اور مشنون کی تاریخ اس کی گواہ ہے وہ کیون جاویں۔ ہندوستان کی مشنون کی محنت کا پھل دیکھہ لین۔ مثلاً جس جس مشن نے تعلیم کو رواج دیا اور اب دے رہی ہے اسی مشن کے کام میں ترقی نظر آتی ہے اور جو مشن تعلیم کے پہلو سے غافل ہو کر کسی اور پہلو سو رہی ہے اس کا کام نکما اور مردہ ہوتا جاتا ہے۔ کچھہ ضرور نہیں کہ میں کسی مشن کا نام مثال یا نمونہ کے طور پر پیش کرون کیونکہ حاضرین جلسہ اس حقیقت سے خوب واقف ہیں خداوند اپنی کمشن میں صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ "شاگرد کرو۔ بپتسمہ دو۔ اور سکھلاؤ"۔ جو مشن ان تینون حکمون کو عمل میں لاتی ہے وہی اور فقط وہی کامیاب ہوگی اور اگر کوئی شاگرد کرے اور بپتسمہ دیوے اور پس اور تیسرے حکم یعنے "سکھلاؤ" سے غافل رہے تو کیونکر وہ توقع کر سکتی ہے کہ نتیجہ ان حکمون کا پیدا ہوگا اور اُس کو کامیابی حاصل ہوگی یعنے شاگرد جو بپتسمہ پا چکے ہیں ان باتون پر عمل کرین جنکا میں نے تمکو حکم دیا ہے ہرگز ہرگز نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لدھیانہ پرسبیٹیری کی بھی دیہاتی جماعتون میں تعلیم با قاعدہ دیکاتی ہے یا نہیں۔ جواب بہت شک سے معمور ہے۔ راقم اپنے علاقہ رڑکی کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ اگر مجھہ کو دیہاتی جماعتون کے مستقبل حال کی بڑہ مرگی اور پس ماندگی کا خطرہ ہے تو میرا غم اور رنج اس ہی بات کے سبب سے ہے کہ وہان کی ۱۴۔ ۱۵ جماعتون میں با قاعدہ تعلیم ہے ہی نہیں۔ ہان میں حوصلہ اور یقین اور خوشی سے کہتا ہون کہ مینے کس قدر اس حقیقت کا ثبوت بھی اپنے علاقہ میں دیکھہ لیا

ہے میرا مطلب یہہ ہے کہ جن بچون جوانوں۔ مردون لڑکیون کو کسی قدر تعلیم دی گئی ہے وے کچھ ایمان اور روحانی عمل میں بہت مضبوط پائے گئے ہیں۔ باقی بڈھون سے جنکو تعلیم نہیں دی گئی بہت ہی کم امید کی جاسکتی ہے۔ وہ جلدی گذر جائینگے مگر انکی اولاد کا کیا حال ہوگا اگر تعلیم دیجاوے تو بہت اچھا ہوگا اور اگر وہ بغیر تعلیم کے چھوڑے جائیں تو انکا مستقبل حال بہت برا ہوگا اور یہہ ذمہ داری کس کے کاندھوں پہ ہے اور کس پر یہہ بوجھ لازمی ہے۔ پہلے والدین۔ پھر پریسبٹیری اور پھر مشن پر ہم تو اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ یہہ لوگ ایسے نادار اور مفلس ہیں کہ اپنے بچون کی تعلیم بہم پہنچانا اُن کے لئے اگر ناممکن نہیں تو نہایت مشکل تو ہے اور اگر شاذ و نادر کہیں کہیں کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے جو کھاتا پیتا کہلاتا ہے تو ایسیں تعلیم کی قدر کرنا ندارد ہے لہذا وہ اپنے بچون کی تعلیم نہیں کرسکتے۔ پھر پریسبٹیری کا فرض ہے کہ اپنی زیر نگرانی جماعتون کا بیڑا اٹھاوے اور شکر کا مقام ہے کہ اس نے کسی قدر اپنے فرض کی ادائگی میں کوشش کرنا شروع کردیا ہے مگر یہہ کوشش نہ ہونے کے برابر ہے۔ باقی رہا مشن میں بڑے زور سے کہتا ہون کہ مشن اس کام کو سرانجام تک پہنچاوے۔ مشن نے بھی اس کام کو شروع کیا ہے مگر خاطرخواہ طور سے نہیں۔ یہہ تو ظاہر ہے کہ مشن نے ابتدا سے لیکر آج تک ہندو مسلمانون کی تعلیم پر لاکھون روپیہ صرف کیا ہے اور جو اس سے فائدہ ہوا سب پر روشن ہے۔ یہان دیہات میں عیسائیوں کی جماعتیں ہیں جو بغیر تعلیم کے پژمردہ اور پس ماندہ ہوتی جاتی ہیں اور انکی تعلیم کا بہت ہی کم فکر کیا جاتا ہے۔ دو یہان چار وہان۔ دو کوے پر چار کھیت میں۔ کسی کو مشکل سے پکڑ کر خداوند کی دعا اور دس احکام سکھلانا کسی قدر فائدہ مند تو ہے اگر حافظ کام دیوے مگر آخر کار ڈر ہے کہ بے پھل ہوگا تھوڑے سکول ان میں جاری ہو نہیں سکتے کیونکہ یہہ لوگ اپنے بچون کو بروقت ان میں حاضر نہیں ہونے دیتے کہ وہ چار پیسے کا گوبر اور ایندھن جمع کرنا اور بھیڑ بکری کو چرانا تعلیم کی نسبت زیادہ مفید تصور کیا جاتا ہے کہ تب تو بچے مفت کھانا طلب کرتے اور کسی قدر برہنگی کی نسبت کپڑا پہننا پسند کرتے ہیں۔ پھر یہہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم نے ہمارے بچوں کو تعلیم کیا دی ہم پر مصیبت ڈال دی۔ ہم مفت میں انکو کھانا کپڑا کہان سے دین۔ اگر ضرور تعلیم ہی دینی ہے تو ان کو نوادر تم ہی انکو کھانا کپڑا دو لہذا عملی طریقہ جو کامیاب ہوگا سو چھوٹے چھوٹے بورڈنگ سکول جاری کرنے سے ہوگا۔ میرا مطلب یہہ ہے کہ اگر ہوسکے تو ہر ایک علاقہ کے ہر ایک سنٹرل مرکز میں بورڈنگ سکول جاری کیا جاوے اور ان چھوٹے چھوٹے سکولوں کا تعلق رکھا جاوے ایک خاص بڑے سنٹرل سکول کے ساتھ کہ لائق لڑکے لڑکیان اس میں داخل کئے جاوین۔ روپیہ تو ضرور خرچ ہوگا۔ مگر روپیہ کے بغیر کیا ہوسکتا ہے۔ پہلے روپیہ خرچ کرد ان لوگون کو اٹھاؤ۔ پھر یہہ لوگ خود اپنی مدد کرینگے زبانی جمع خرچ سے کچھ نہ بنیگا۔ تجربہ بھی اس پر شاہد ہے جن مشنون نے یہہ طریقہ تعلیم کا اختیار کیا اور روحانی مزاج مشنریون اور کارندون کو اس میں مصروف کیا انہون نے اپنی محنتون کا پھل بھی دیکھ لیا ہے۔ ہندوستان کے بعض حصون میں ایسے سکولون اور کالجون میں سے انہیں لوگون کے انٹرنس۔ ایف اے اور بی اے بلکہ ایک دو ایم اے بھی پاس کرکے اقبالمند ہوگئے اور کلیسیا کو خود مختار اور سلف سپورٹنگ بنانے کے درپے ہیں۔ کیا مجال کہ کوئی شخص جو انکو اعلی ذات خیال کرتا ہے انکو کمینہ یا نیچ کہے بلکہ انکی نیک سیرتون اور پسندیدہ افعال اور دلی خصایل کے سبب انکی صحبت کی تمنا و آرزو ظاہر کیجاتی ہے ۔ یہی تعلیم اگر دانائی اور درستی کے ساتھ جاری کیجاوے تو ہندوستان سے ذات پات کو بھی دیکھے دیکھے نکال دیگی بلکہ ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ اُن جوانون کو جنھیں ہم نے بچپن سے مسیحی تعلیم دی اگرچہ وہ اعلے درجہ کی تعلیم نہیں اور بشارت کے کام پر مقرر کیا اکثر اعلیٰ ذات کے لوگ مرغوب نظر سے دیکھتے اور اُن سے چھوت چھات میں پرہیز نہیں کرتے بلکہ وقت آتا ہے کہ یہہ لوگ اگر انکی خبرگیری کیجاوے تو اعلی لوگون کو شرمندہ کرینگے کہ وہ انکو دیکھیں گے اور ڈرینگے اور خداوند کی طرف رجوع کرینگے تب ثابت ہوجائیگا کہ ان چھوٹی چھوٹی لکڑیون کے ٹکڑون اور ایندھن نے جنکو وہ ردی اور ناکارہ تصور کرتے تھے اپنی آگ سے ان بڑے بڑے گیلیون کو جلا دیا۔ ہم اس بات سے بیخبر نہیں ہیں کہ عیسائیون کی دیکھا دیکھی آریا اور سکھ لوگ کوشش کررہے ہیں کہ ان لوگون کو اپنے میں شامل کرلیں اور انکو سرفراز کریں مگر مجھ کو انکی کوشش کی کامیابی میں بہت شک ہے کیونکہ انکی کوشش محض انسانی۔ نفسانی اور دنیاوی ہے لیکن ہماری کوشش اُس کے حکم اور کشش کو عمل میں لانا ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے جس نے ہمکو یقین دلایا ہے کہ "میں زمانے کے تمام ہونے تک ہر روز تمہارے ساتھ ہون"۔ اُس کے کلام اُس کے حکم و کشش میں زندگی ہے اور جہان زندگی ہے وہان بڑھتی ہی ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ اگر دانائی اور جانفشانی کے ساتھ اس کشش پر عمل کیا جاوے تو ضرور یہہ زندگی اگرچہ رائی



کے دانے کے برابر چھوٹی سی ہو پتھروں کو چیر پھاڑ کر پھوٹ نکلیگی اور ایک بڑے اونچے گھنے اور پھلدار درخت کی صورت میں نظر آویگی جسپر ہوا کے پرندے آکر بسیرا کرینگے۔ یہہ کلیسیا کا حال ہوگا۔ یہہ مسیحی دیہاتی جماعتوں کا حال مستقبل ہوگا۔ مالک خداوند نے پنجاب مشن کو موقعہ بخشا ہے کہ دیہات میں اُسکے آخری حکم کو دانائی اور درستی کے ساتھ عمل میں لاوے۔ اب ہماری مشن اِس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیوے اور مجھے یقین ہے کہ وقت آتا ہے کہ یہہ خداوند مالک کی حمد و ثنا میں خوشی کے نعرے ماریگی پس خاتمہ پر میں کہتا ہوں کہ اُس طریقہ تعلیم سے جو کلیسیا اور مشنوں کے شروع سے روا رکھا گیا اور کامیاب ہوا ہے۔ غافل مت رہو کیونکہ اِس میں شرمندگی اور پس ماندگی کی صورت نظر آتی ہے بلکہ جاگو بیدار ہو شجاع بنو ہمت باندھو اور تن اور من اور دھن سے ان بیچاروں کی تعلیم جاری کرو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یسوع کی اِن بھیڑوں اور برّوں کو اس کے کلام اور کرشن کی تعلیم کی چراگاہ میں چراؤ اور کامیابی تمہاری ہوگی کہ انکا مستقبل حال خوشنما ہوگا فقط ؁

(پادری پی۔ سی۔ اوپل)

مرض النوم

ایک مدراسی مسیحی عورت گذشتہ ماہ مارچ سے مرض النوم میں مبتلا میڈیکل کالج کلکتہ کے ہسپتال میں پڑی ہوئی ہے۔ برقی آلہ سے جھٹکے دیکر اُسے جگایا جاتا ہے مگر سود مند نہیں ہوتا۔ نلکیوں کے ذریعہ سے اُس کے پیٹ میں غذا پہنچائی جاتی ہے مگر ڈاکٹروں کا قول ہے کہ اب اس کے مرنے کے دن قریب ہیں ؁ (اقتن گزٹ)

بقیہ صفحہ ۲

میں اور فصل صحیح مسلم کے آخر میں درج ہے کس طرح آروں سے چیرے گئے آگ میں جل گئے مگر ایمان میں لغزش تک نہ آئی یہ کمال کی دو ایک مثالیں آپ بھی ہم کو سنا دیجئے اگر کچھ استقامت مسلمانوں نے سیکھی ہوگی تو انہیں اہل کتاب کے نمونوں سے جنہیں یاد دلا کر آنحضرت اپنے بے صبر مریدوں کو تنگی زمانہ میں ہمت دلاتے رہے صحیح بخاری پارہ چودہ میں خباب سے روایت ہے کہ جب ہم لوگوں نے آنحضرت سے شکایت کی کہ مکہ والے ہم کو ستاتے ہیں تو آپ نے فرمایا "تمہارے زمانے سے پہلے آدمی ہوتا تھا کہ زمین میں گڑھا کھود کر اُسے کھڑا گاڑ دیتے تھے پھر اُس کے سر پر آرہ رکھتے اور بیچ سے چیر کر دو کر ڈالتے مگر وہ اپنے دین سے نہ پھرتا اور لوہے کی کنگھی سے اس کا گوشت ہڈی اور پٹھے سے نوچ کرید کرتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا" کچھ معلوم ہے یہہ کون تھے جن کی روحانی طاقت کا قصہ آنحضرت نے اپنے مریدوں کو سنایا جو دس ہی برس کی مدت میں گھبرا اٹھے یہہ عیسائی تھے جنہوں نے چار سو برس تک صلیب کے سایہ میں ہشت کیا یا تھا جن کے متقدمین تذکرہ کے لئے آپ کو اردو لغت میں ایسے ہی مبتذل الفاظ ملے "تیسری چوتھی صدی تک عیسائیوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی بڑی ذلت کی زندگی گذارتے تھے کئی دفعہ بادشاہوں کے حکم سے ان کا قتل عام ہوا جو عیسائی ہوتا اس کی خیر نہ ہوتی بیچارے سر چھپائے پھرتے" اس حالت کو ذلیل اور ناگفتہ بہ کہنا اپنے تئیں اخلاقی احساس سے بے بہرہ ثابت کرنا ہے مگر حیرت ہے کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان دیکھنے کے بعد بھی آپ کو یہہ لکھتے تامل نہ ہوا کہ "عیسائیوں کا پہلا طبقہ مسلمانوں کے پچھلے طبقہ سے مشابہ ہے" ؁

آپ نے کچھ نہ سوچا کہ اگر جہانگیری دور حکومت کا مقابلہ منظور ہے تو آنکھوں دیکھو جو پہلے طبقہ کے مسلمان کر چکے جن کے کردار افسانہ ہو گئے اس سے ہزار ہا درجہ زیادہ عیسائی اس وقت کر رہے ہیں اور مدتوں سے کرتے چلے آئے اور مستقبل ماضی اور حال کا نتیجہ ہے جس کی پیشگوئی بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے مگر جو روحانی فتحمندیاں پہلے طبقہ کے عیسائی کر چکے اس کی نظیر جب ۱۳ سال کے کمی زمانہ میں کوئی نہ ہوئی تو بعد تو ہو بوے ؟ آن قدح بشکست آن ساقی نماند ؁

اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ "مسیحی ممالک (یورپ) نے بیشک ترقی کی مگر نہ یہہ کہ عیسائی مذہب کی رہنمائی سے بلکہ مذہب کو چھوڑ کر اپنی رہنمائی سے" یہہ تعصب کا بلکہ بے صبری کا سخن ہے تمدن کی فلسفی اور شائستگی کی تاریخ کے خلاف مسیحیوں کی پولیٹیکل حیات جس کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا انکے دینی اصول پر مبنی ہے جس کو آپ کے اکابر آپ سے زیادہ سمجھنے کی قابلیت رکھتے تھے صحیح مسلم کتاب الفتن میں مستورد قرشی سے روایت ہے کہ جب انہوں نے عمرو بن عاص کو یہ سخن سنایا کہ روم قرب قیامت سب سے زیادہ ہوں گے (روم سے مراد مسیحی ہیں جیسے ترک سے مسلمان) تو انہوں نے کہا اُس کا سبب یہہ ہے کہ ان میں چار خصلتیں ہیں وہ فتنہ کے وقت سب سے زیادہ مستقل ہوتے ہیں مصیبت کے بعد سب سے زیادہ بحال فرار کے بعد سب سے پہلے حملہ کرنے والے اور اپنے مسکینوں یتیموں اور کمزوروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اور ان میں ایک پانچویں خصلت بھی ہے وہ بادشاہوں کے مظالم کو روکتے ہیں"۔ کچھ تو سوچا ہوتا یہہ خصائل دین سے طلاق حاصل کرنے کے بعد بھی کبھی باقی رہ سکتے ہیں یہ عین دین ہے۔ اور آپ مسیحی ممالک کو صرف یورپ پر کیوں محدود رکھتے ہیں کیا حبشہ اس سے باہر ہے اس کے پرانے نجاشی اور نئے شاہنشاہ منیلک کے مقابلہ میں بھی آپ کے پاس کچھ نہیں۔ پس اگر اس بگڑی ہوئی عیسویت کے نمونہ ایسے شاندار ہیں کہ اس کے حدود شر



کے اندر آجانے سے لوگ "اپنی رہنمائی" آپ بہا نک کرسکتے ہیں کہ غیر ممالک کے دیندار انکی تقلید کو اپنی نجات سمجھے تو جب ان ممالک میں مسیحیت کامل ہو جاتی تھی تو پھر کیا کہنا۔ قرآن اس بگاڑ کے ساتھ بگڑنے پر بھی زلف اُس کی بنا کی۔ اور سلام شرح شریف کو ع اسے روشنی طبع تو برین بلا شدی

افسوس مولوی صاحب اس سیدھی اور سچی بات کی تردید کرنا چاہتے ہیں کہ "مسیح اور مسیحی مذہب اپنے پیرو کو ایک روحانی طاقت بخشتا ہے جو دوسرے مذاہب میں نہیں" زیادہ سے زیادہ پر خاش کرکے وہ صرف یہی کہہ سکتے تھے کہ محمد اور محمدی مذہب بھی اپنے پیرو کو روحانی طاقت بخشتا ہے یعنی وہ اسلام کو "دوسرے مذاہب" سے مستثنےٰ کرتے نہ کہ مسیحی مذہب کے دعوے کی مخالفت اور ہم بہت ٹھنڈے دل بلکہ ہمدردی سے ان کی سنتے

ہم کو بڑا افسوس ہے کہ آن کو اپنے مذہب کی خوبیوں پر بھی اطلاع نہیں اور انہوں نے اسلام اور مسیحیت کے مقابلہ میں جو واقعات پیش کئے تاریخی خواہ اخلاقی اُن کے انتخاب میں قسمت نے کچھ بھی ان کی یاوری نہ کی۔ ہم اسلام کی مخالفت نہیں کرتے وہ مذاہب دنیا میں ایک بڑا دین ہے اُس میں خوبیاں بھی ہیں۔ خدا کی طرف سے عربستان کے لئے وہ ایک برکت ہو کر آیا۔ اس میں خدا کا ہاتھ نظر آتا ہے اور کہ کے اندر جہاں آنحضرت نے نبوت کی اگر ہم ہوتے تو ورقہ بن نوفل کی ہمزبان ہم بھی آپ سے وعدہ کرتے ان یدرکنی یومک انصرک نصراً موزراً مگر ہم اس نوشہ کے قائل نہیں جو بزعم جناب آپ کے "اول پیرووں" نے جانثاری کا دکھلایا اور جو آپ کو "کسی نبی کے پیرووں میں نہیں ملتا"۔

اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ اس برے وقت میں آپ کے کام آئے تو خوب کیا یہی اُن سے توقع تھی اگر یہ لوگ آپ کے "پیرو" نہیں ہوتے بلکہ اسلام کے مخالف بھی ہوتے تو بھی حضرت علی آپ کے حامی و مربی باپ کی جگہ بلکہ باپ سے زیادہ شفیق آپ کی یتیمی میں پرورش کرنے والے پیارے چچا ابو طالب کے قرۃ العین تھے جنہوں نے باوجود اسلام سے بیزار ہونے کے آپ کو آنکھ کی پتلی کی طرح دشمنوں سے بچایا اور آپ کی حمایت کرکے دوستوں کو دشمن بنالیا تھا۔ پھر جب چچا ابو طالب کو تنگدستی نے ستایا اور آپ کی اولاد آپ پر بار ہوگئی تو آنحضرت نے علی کو اپنی پرورش میں لیا اور فرزند کی طرح پالا اور اپنی دامادی کا امیدوار بنایا۔ پس علی آپ کے فرزند بھی تھے بھائی بھی تھے چچا کے بیٹے اور داماد ہونے والے تو اور راستی اور جانثاری کا بیمہ کرنے کیلئے انہیں سے کوئی ایک بات بھی کافی تھی پھر آپ اول المومنین بھی ہوئے ع نسبتیں ہوگئیں شخص چار۔ اگر کسی کا بیٹا یا داماد یا بھائی مصیبت کے وقت جانبازی کر جائے تو کوئی رستم کا کام نہیں ہاں اگر کرے تو خباثت او کمینہ پن ضرور ہوگا ہماری نگاہ میں علی کی شان بہت ہی ارفع اور اعلیٰ ہے وہ صحابہ میں فرد معلوم ہوتے ہیں جن کے مقابل نہ کوئی اپنا آسکا نہ پرایا۔ جو کچھ انہوں نے اسوقت کیا اور اس کے بعد دم واپسین تک وہ راستی و جان نثاری کا ایک لگاتار سلسلہ تھا جس میں انکو کبھی لغزش نہ ہوئی نہ آنحضرت کی زندگی میں نہ موت میں اور جو آج کی رات انہوں نے کیا انکی جان بازی کے کارناموں میں سب سے چھوٹی بات ہے مگر یاد رہے آپ کوئی بیگانہ نہ تھے جس کو دین نے یگانہ کردیا ہو۔ آپ یگانہ تھے اور ہمیشہ دوست یگانہ رہے خود غرضی اور طمع نے آپکو حاضر و غائب کبھی بیگانہ نہ ہونے دیا پس آپ "نبی کے پیرووں" کے نمونہ نہیں ہوسکتے بلکہ فطرتی رشتہ کی مضبوطی اور استواری کے۔ لیکن اگر یہ سچ ہے کہ حضرت کے بستر پر ہجرت کی رات لیٹ جانے والے کو یہ خطرہ تھا کہ "مخالفین مخبر اگر اندر آجائیں تو بیشک کام تمام کردیں"۔ تو حضرت علی کی جانثاریوں کے تمغات میں تو ایک اور اضافہ ہو جاتا ہے مگر آنحضرت پر سے یہ الزام دفع ہونا ناممکن ہو جاویگا کہ اپنی جان بچانے کی خاطر ایک نوجوان کی جان کو خطرہ میں ڈالا جس نے باپ کے احسانات سے آپ کبھی سبکدوش نہ ہوسکے جو ہمیشہ آپ کے لئے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر رہا۔

حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے قبل ہی حضرت کو اپنی بیٹی عائشہ نکاح میں دے چکے تھے اور اس وقت آپکو حضرت کے خسر ہونیکا فخر حاصل تھا۔ حضرت آپ کے داماد تھے جو اولاد سے کم پیارا نہیں ہوتا۔ پس انہوں نے کوئی بھی بڑا کام قابل ذکر نہیں کیا اگر اپنے فرزند کے ساتھ بقول شخصے بھاگتے کے آگے ہو گئے۔ آپکے لئے "دو سو میل سے زیادہ کا سفر کرنا جبکہ چھوٹے چھوٹے بچے مکہ معظمہ میں موجود تھے جن کی نسبت بہت کچھ تفکرات ہوسکتے تھے" کوئی بات نہ تھی درآنحالیکہ آپ ان بچوں کو چھوڑ کر اس سے پہلے اس سے بھی زیادہ دور بھاگ گئے ہوتے اگر ابن دغنہ آپ کو ان دیکھکر نہ لوٹا لایا ہوتا جیسا ہجرت کی حدیث میں بخاری پارہ پندرہ میں عائشہ سے مروی ہے اور کہ آپ حضرت کے بھاگنے سے بھی چند دن قبل بھاگنے کے سامان مہیا فرما چکے تھے کہ حضرت نے آپ کو روک لیا کہ شاید مجھے بھی مدینہ کو ہجرت کرنا پڑے اور یوں حضرت کا اور ان کا ساتھ ہوگیا یعنی آپ پا برکاب بیٹھے ہی تھے اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ۔ دو سو میل کی دوڑ میں ایک سے دو بھلے ہم اس صفت کرم و شفقت کے قائل نہیں ہم یہ بھی نہیں مانتے کہ ابوبکرؓ کے لڑکے بالے مکہ میں خطرہ میں تھے کیونکہ بخاری پارہ بارہ باب الجاسوس میں حضرت علی سے مروی ہے کہ حاطب بن بلتعہ نے مہاجرین کی حالت اپنی معذرت میں یہہ بیان کی تھی کہ کان من معک من المہاجرین لہم قرابات بمکۃ یحمون بہا اہلیہم واموالہم۔ آپ کے ساتھ مہاجرین میں سے جو لوگ تھے



اُن کی قرابت دار یان مکہ میں ہیں جن کے باعث ان کے بال بچے و مال اسباب حفاظت میں ہیں ۔

پس ہمکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت کے اول پیروان کی راستی اور جان نثاری پر جو دلیل آپ نے ہم کو سنائی وہ انتہا درجہ فاسد ہے گو ہم اور دلائل سے خود اُن لوگون میں سے اکثر کے صدق عقیدت کے قائل ہیں لیکن ہم کس طرح آپ کی طرح اس بڑی حقیقت سے آنکھ بند کر لین کہ آپ کے پیروؤن کے درمیان ایک بہت ہی بڑا گروہ تھا جنکے لئے منافقین سے نرم تر کوئی خطاب قرآن کو نہ مل سکا اور اصحاب کے زمرہ میں ہزارون تھے جو اسی تاک میں رہا کرتے تھے کہ کب آپکے دشمنو کی آنکھ بند ہو چنانچہ اس سانحہ کے ساتھ ہی عرب میں ارتداد کا شور بلند ہوا کہ خلیفہ وقت کو دوبارہ بزور شمشیر انکو اسلام میں لانا پڑا۔ آنحضرت ہرگز اس ڈھول کے اندر پول سے غافل نہ تھے۔ بخاری پارہ ۱۳ میں ابن عباس سے واضح روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا حشر کے دن میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ بائین ہاتھ کی طرف گھسیٹے جاوینگے میں ان کو دیکھ کر بول اٹھونگا ارے یہ تو میرے صحابی ہین تو مجھ سے کہا جائیگا انہم لم یزالوا مرتدین علے اعقابہم منذ فارقتہم۔ کہ جب سے تو نے انکو چھوڑا یہ برابر پیٹ کر مرتدین رہے۔ کربلا کے سارے عقدہ کا یہی حل ہے ورنہ کیونکر ممکن تھا مومنین کے موجود ہوتے ہوئے آل رسول یون چن چن کے مارے جاتے پس ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسے منافقین اور مرتدین کا نمونہ جیسے ہم آنحضرت صلعم کے مریدوں میں دیکھتے ہیں دنیا میں ”کسی نبی کے پیروؤن میں نہیں ملتا“ اور مسیح خداوند کے پیروؤن میں تو کبھی نہیں ملا

مولوی صاحب کا یہ اندیشہ بھی بیجا ہے کہ ان چیدہ واقعات کی مثال ہم عیسائی تاریخ میں نہیں تبلا سکتے کیونکہ اول تو ہمارے خداوند نے سارے سسرون اور دامادون کا کوئی جتھا اپنے گرد فراہم نہیں کیا کہ اُن سے امداد طلب کرتے دوم بھاگنے کا بھی ان کو کوئی اتفاق نہیں ہوا جس سے ہجرت کا مقابلہ ہو سکے بلکہ بجائے اس کے کہ منقتل انبیاء یروشلیم سے وہ اپنی جان لیکر بھاگین آپ مصلوب ہونے کو خود اس طرف چلے باوجود یکہ دشمنون نے بھی آپ کو روکنا چاہا ”اُسی دن بعضے فریسی آئے اور اس (یسوع) سے بولے روانہ ہو اور یہان سے چل دے کیونکہ ہیرودیس تجھے قتل کیا چاہتا ہے اُس نے اُنہیں کہا جا کے اس لومڑی سے کہو کہ دیکھ میں دیوؤن کو نکالتا اور آج اور کل چنگا کرتا ہون اور تیسرے دن تمام کرونگا مگر مجھے ضرور ہے کہ آج اور کل اور پرسون پھرا کرون کیونکہ نہیں ہو سکتا کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو“ لوقا ۱۳: ۳۱-۳۳) ہان اسقدر ضرور سچ ہے کہ ہمارے خداوند نے اپنے مریدون کو اجازت دی کہ بھاگ کر وہ اپنی جان بچا لین یعنی اس موقعہ پر اپنی جان گنوانا ملتوی کر کے دوسرے وقت کیلئے تیار رہیں ۔

مسیح کے اصحاب میں صرف دو ہی تھے جن کی نسبت اس بحث میں کچھ کہا جا سکتا ہے یعنی پطرس اور یہوداہ اسکریوطی پطرس نہ منافق تھے نہ مرتد آپ پر سارا الزام یہ ہے کہ آپ نے محمدی شریعت تقیہ پر ایک ابتلائی حالت میں عمل کیا تھا جس سے متاثر ہو کر کے وہ استقلال حاصل کیا کہ اپنے مرشد کی راہ میں آپ مصلوب ہو گئے مگر ہم کو حیرت ہے کہ کوئی مسلمان آپ کی اس لغزش پر زبان کھولے جبکہ تقیہ بہ نص قرآن ثابت ہو پھر بھی مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ پطرس رسول نے تین دفعہ آپ پر لعنت کی شنیدنی ہے اور انصار اللہ میں سے کسی کی لغزش کی بابت مبالغہ کرنا ایمانداری سے بعید ہے کیونکہ اول تو لعنت کا لفظ صرف ایک جگہ لکھا ہے اور دو جگہ محض انکار ہے دوم آپ نے لعنت نہیں کی بلکہ خود اپنے اوپر گویا یہ کہا اگر میں سچ نہ کہتا ہون تو مجھ پر لعنت۔ اسکی حقیقت ہم اپنے اوپر کے مضمون میں دکھلا چکے ۔

تو اب صرف یہودا کی دغابازی رہ گئی جس نے کیا جو کیا اس کا تذکرہ بھی اوپر آچکا۔ اللہ اکبر مسیح کے مریدون میں جو صرف ایک دغاباز بھی نکلا تو کیسی جلد وہ توبہ کر کے پچھلا اور اس کی تلافی کی کوشش میں اور رفع ندامت میں اُس نے آپ اپنی زندگی اپنے اوپر حرام کر ڈالی جو اُس کے صدق عقیدت کی ایک دلیل ہے۔ مسلمانون میں بعضون نے فرعون کو بھی ناجی کہا ہے اور عیسائیون میں بہتون کے شک یہودا کی نجات پر رفع ہو گئے اور یہ ایک ناگوار حقیقت ہے کہ گو اصحاب محمد صاحب میں ہم سینکڑون مرتدین اور ہزارون منافقین گن لیتے ہیں تو بھی یہودا کی طرح جلد توبہ کر لینے والا ہم کو ایک بھی نہیں ملتا۔ ہمارے کافر بھی مومنین سے بہتر نکلے ۔

اصلی مرتدین ایسے ہوتے ہیں جیسے عبد اللہ بن ابی سرح کاتب وحی تھا جو حضرت عثمان کا عزیز و قریب اور حضرت کا معتمد صحابی وحی کا خزانچی ہے جیسے وہ دوسرا کاتب وحی اُسی پایہ کا جس کا ذکر بخاری پارہ چودہ حدیث انس میں آیا جو سورہ بقر اور آل عمران کا حافظ تھا کتابت وحی پر مامور ۔

کیا اچھا ہوتا کہ مولوی صاحب اپنی عمر صرف مرزائیون کی اور مقلدین کی تردید میں بسر کرتے جس کے لئے پرانے سلح خانہ سے آپنے بہت کچھ سامان جمع کر لیا ہے اور عیسائیون سے نہ الجھتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ آپ بڑی خامی سے مخاطب ہوتے ہیں جس سے اُنہیں آپ کے ساتھ بحث کرنے کا حوصلہ نہیں رہتا۔ ہمارا مضمون بھی بہت طول ہو گیا اب گنجایش نہیں۔ آپ کے اس سخن سے ہماری ہمت بہت ہی پست ہو گئی کہ خدا کی محبت کی نسبت قرآن مجید میں جو ذکر ہے اس سے بڑھکر تو کیا اُس کے برابر بھی کسی کتاب میں نہیں اور اس قول کے اثبات میں جو آپ نے ایک آیت پیش کی ”لوگون میں ایسے بھی جو اللہ کے سوائے دوسرون کو شریک بناتے ہیں اُن سے محبت رکھتے ہیں اللہ کی محبت کی طرح اور جو ایماندار ہیں وہ اللہ کی محبت میں سب سے زیادہ مضبوط ہیں“ (بقرہ ع ۱۹) اسکے متعلق بحث بنانے کے لئے آپکو ایک لطیف تقریر کرنا پڑی جو آپ ہی کے مذاق کے موافق ہے جس کو ”غالباً تھوڑے سے واقف آدمی“ سمجھ سکے ہان صیغہ افراد جملہ اسمیہ کے درمیان اسجگہ مبالغہ کے اعتبار سے جو فرق ہے اگر کل عالم کو عین وقت پر معلوم ہو جاتا تو اُمید قوی ہے کہ کائنات میں کچھ اضافہ ہو جاتا اور کلمہ آفرینش بجائے

ارکے جملہ اسمیہ کیصورت اختیار کرتا مگر مولوی صاحب کا وہم قرین حق ہے تو فورا اللہ تعالٰے کا اس زمرہ میں کسر رہ گئی جو جا بجا قرآن شریف میں آیا۔ آمنوا باللہ و رسولہ حالانکہ ایمان اللہ کی محبت سے مقدم ہے خیر اگر آپ اسی مذاق کے آدمی ہیں تو بھی ہم آپکی تسلی کر سکتے ہیں کیونکہ ہماری کتاب میں خدا کی محبت تمام قسم کے جملوں میں بیان ہوئی۔ انجیل شریف کھول کر پڑھ لیجئے "روح القدس کے وسیلے جو ہمیں ملی خدا کی محبت ہمارے دلوں میں جاری ہوئی" (روم ۵: ۵) "جو اس کے کلام پر عمل کرتا ہے یقیناً اُس میں خدا کی محبت کامل ہے" (اول یوحنا ۲: ۵) انجیل شریف میں خدا کی محبت تو اس طرح جاری و ساری ہے جس طرح روح بدن میں بس کسی آیت کو پیش کرنا بھی نا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر فرصت ہے تو مولوی صاحب دو تین اور آیتیں بھی پڑھ لیں "جس میں محبت نہیں سو خدا کو نہیں جانتا کیونکہ خدا محبت ہے" "کسی نے خدا کو کبھی نہیں دیکھا اگر ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں تو خدا ہم میں رہتا ہے اور اس کی محبت ہم میں کامل ہے" "خدا محبت ہے وہ جو محبت میں رہتا ہے خدا میں رہتا ہے اور خدا اُس میں" "آؤ ہم اُس سے محبت رکھیں کیونکہ پہلے اُس نے ہم سے محبت رکھی اگر کوئی کہے کہ میں خدا سے محبت رکھتا ہوں اور اپنے بھائی سے دشمنی رکھے تو جھوٹا ہے کیونکہ اگر اپنے بھائی سے جس کو اُس نے دیکھا محبت نہیں رکھتا ہے تو خدا سے جس کو اس نے نہیں دیکھا کیونکر محبت رکھ سکتا ہے" یہ آیتیں ہم نے بغیر کسی شرح و تفسیر کے بلا تکلف صرف ایک ہی باب کے اندر سے اخذ کی ہیں (اول یوحنا ۴ باب ۸ و ۱۲ و ۱۶ و ۱۹-۲۱) اور جس شخص کو خداوند مسیح کا یہ فرمودہ یاد ہے "خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہے اور دوسرا جو اُس کی مانند ہے یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو انہیں دو حکموں پر ساری شریعت اور نبی شامل ہیں" (متی ۲۲: ۳۷-۴۰) اور پڑوسی کی تعریف سنائی جو نیک سامری کی تمثیل میں ہے (لوقا باب ۱۰) ہرگز یہ نہ کہیگا کہ جناب مولوی صاحب کے گمان میں خدا کی محبت کا ذکر قرآن سے بڑھکر تو کیا برابر بھی کسی کتاب میں نہیں" "انتہی" آتی ہے اور اس پر یہ راز کھل جاتا ہے کہ جناب مولانا کو صیغہ امر کی مذمت میں اس قدر ارشاد فرمانے کی کیا مصیبت ہوئی تھی وہ یہ ہے کہ خدا کی محبت کا اشارہ بجز اس ایک آیت کے جو بڑی کاوش سے مولانا ممدوح نے نکالی قرآن میں کسی جگہ نہیں اور ان کو صاحب عدم ضرورت قرآن کا جواب دینا فرض تھا۔ اگر وہ صرف اسی قدر پر بس کرتے کہ جیسا گمان کیا گیا خدا کی محبت قرآن میں بالکل نادر نہیں بلکہ ایک جگہ کافروں کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بتوں سے خدا کی سی محبت کرتے ہیں اور ایمانداروں کو خدا کی محبت میں مضبوط فرمایا جس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے محبت چاہتا ہے تو عیسائی اس بات کے ماننے سے انکار نہ کرتے گو ان کا مخاطب یہ کہے بغیر ہرگز نہ رہتا کہ الٰہی محبت قرآنی اوامر میں نہ داخل ہونے سے فرائض انسانی سے باہر نکل گئی۔ برخلاف اس کے انجیل شریف میں نہ صرف اس کو ایمان کا خلاصہ ہی مان لیا بلکہ فرائض میں سب سے مقدم قرار دیکر الٰہی محبت کا ایک معیار بھی ایسا بتلا دیا جس سے خدا کی محبت انسان کی محبت سے جدا نہیں ہو سکتی وہ کمی جو قرآنی آیتوں میں بین ہے رفع نہیں ہو سکتی اُسیکا نتیجہ ہے کہ اشدَّ حُبًّا لِلّٰہ کے ساتھ ساتھ ایماندار اشدّاءُ علی الکفار (فتح) ہو گئے جس کا کوئی شائبہ بھی انجیل میں نہیں ملتا۔

(منقول از تجلّی)

ضرورت

ایک چھوٹے سے زنانہ مشن ہسپتال کے لئے ایک میٹرن کی ضرورت ہے۔ درخواست کنندہ چرچ آف انگلینڈ کی ممبر ہوں درخواستیں معہ سندات کے اس پتہ پر آنی چاہئیں

سسٹر فرگوسن ڈیوی ایم۔ ڈی۔ راولپنڈی

داخلہ کا امتحان

تھیالاجیکل سیمنری سہارنپور

دسمبر ۳ سنہ ۱۹ء بروز منگل بائیبل کا امتحان

پرچہ اول پیدائش و خروج ۲۰ باب تک۔

پرچہ دوم چار انجیل اور اعمال۔

دسمبر ۴ سنہ ۱۹ء بروز بدھ دنیوی مضامین۔

پرچہ اول اردو و قواعد اردو

پرچہ دوم تواریخ ہند کل۔ جغرافیہ ایشیا و یورپ۔ حساب کسور عام کے آخر تک۔

جو مڈل پاس ہیں انکو محض بائیبل میں امتحان دینا پڑیگا جو مڈل پاس نہیں ہیں انکو بائیبل اور دنیوی کل مضامین میں امتحان دینا ہوگا۔ ذیل کے سوالات کے جوابات کے ساتھ پادری بی۔ بی رائے پاس سہارنپور کے پتہ پر درخواست بھیجئے

(۱) پورا نام اور عمر

(۲) مجرد یا شادی شدہ۔ اگر بچے ہیں تو کتنے ہیں؟

(۳) کونسی کلیسیا کا ممبر ہو؟

(۴) کونسی پرسبیٹری کی نگرانی میں ہو؟

(۵) کس کے پاس سوالات کے پرچے بھیجیں؟

ضرورت

ایک سند یافتہ ہوشیار تجربہ کار اور شائستہ عیسائی اسپیشل اسسٹنٹ مشن اسپیتال کیلئے درکار ہے تنخواہ حسب لیاقت چالیس روپیہ تک ماہواری دیجائیگی۔ درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہئیں پادری ڈاکٹر سمر ول۔ مشن ہاوس جودھپور راجپوتانہ

ضرورت

سینٹ جانس پیرش پرائمری سکول آگرہ کیلئے ایک فیمیل مڈل ایجید ٹیچر کی ضرورت ہے تنخواہ مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار سے شروع ہوگی درخواستیں معہ نقول اسناد پادری ڈی کے ریذیڈنٹ صاحب آگرہ کے نام آدیں

پادری ایچ۔ گولک ناتھ صاحب بی۔ اے اڈیٹر و منیجر نور افشاں ساکن پہلور کیلئے لودیانہ مشن سٹیم پریس میں زیر اہتمام وائیلی برلر کے چھپا